جو شخص غیرت نہیں رکھتا وہ گویا بد فطرت ہے۔''(۱)

اور موسوعہ فقہیہ کویت میں ہے: ''شریعتِ اسلامیہ میں نسل ونسب کی حفاظت کے لیے غیرت کو ایک مقام دیا گیا ہے۔ اگر لوگ اس میں کوتاہی کرنے لگیں تو ولدیتیں مشتبہ ہو جائیں۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ہر قوم کے مردوں میں غیرت پائی جاتی ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال اور محرم رشتہ داروں کے بارے میں غیرت نہیں رکھتا وہ دیُوث ہے۔''

بلکہ دیکھا جائے تو غیرت اللہ کی بھی صفت ہے اور اس کے رسول ﷺ کی بھی۔ کیونکہ اللہ نے قرآن حکیم میں نبی ﷺ کی بیویوں کو حکم دیا کہ بغیر پردہ اور نقاب کے باہر نہ نکلا کرو (الاحزاب ۳۳:۵۹)' اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمہاری ماؤں کی طرح ہیں (الاحزاب ۳۳:۶۴) اور جب کچھ منافقوں نے نبی ﷺ کی چہیتی بیوی پر تہمت لگائی تو خود اللہ نے اس کی نفی کی (النور: ۲۴:۱۱۔۲۶)۔ یہ احکام واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی بیویوں کے حوالے سے غیرت کھاتا ہے۔

اسی طرح حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی غیر مرد کو پاؤں تو میں گواہ ڈھونڈ نے نکلنے کی بجائے تلوار سے اس کا فیصلہ کر دوں گا' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری غیرت بجا' لیکن میں تم سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے' البتہ اسلام کا فیصلہ یہی ہے کہ اگر کسی نے ثبوت کے بغیر محض الزام کی بنیاد پر اپنی بیوی/ بہن/ بیٹی کو قتل کر دیا تو اسے قتل کی سزا ملے گی کیوں کہ اس طرح کا قتل جائز نہیں۔ (۲) ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! جب کوئی اللہ کا بندہ یا بندی زنا کرتا ہے تو اس مکروہ فعل پر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ (۳)

خلاصہ یہ کہ غیرت کی نسبت اللہ کی طرف بھی ہوتی ہے کہ اللہ غیرت کھاتا ہے۔

(ii) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے غیرت کھانے کے کئی واقعات موجود ہیں' مثلاً یہودی قبیلہ بنو قینقاع کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی جنگ ہوئی ہی اس لیے تھی کہ اس قبیلے کے ایک یہودی سنار نے زیور بنوانے کے لیے آنے والی ایک مسلمان خاتون کے ساتھ بدتمیزی کی اور شرارت سے اس کا تہبند اتر وا دیا تھا۔ (۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دوسری شادی کرنا چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر مجمع عام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منع کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے وہ دوسری شادی نہ کریں۔

(iii) قتل غیرت کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی واقعات منقول ہیں' مثلاً:

☆ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اسلامی لشکر سے پیچھے رہ گئے اور ان کی باندی ان کے ساتھ تھی۔ دو آدمیوں نے ان سے باندی چھیننے کی کوشش کی تو آپؓ نے مدافعت کرتے ہوئے ان دونوں کو قتل کر دیا۔(۵)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک آدمی خون آلود تلوار لیے آیا اور کھانے میں شریک ہو گیا۔ اتنے میں لوگ شور کرتے اس کے پیچھے آئے کہ اس نے ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے استفسار پر اس شخص نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے دیکھا تو تلوار سے وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''اگر دوبارہ بھی کوئی ایسا کرے تو اس کا یہی حال کرنا۔''(۶)

☆ بعض اوقات غیرت کا سبب خواتین کی بجائے دینی حمیت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی ایذا پر صبر کر لیتے تھے لیکن اگر کوئی حدود اللہ کو توڑتا تو غیرتِ ایمانی کے سبب آپؐ سے غصہ برداشت نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ جب لوگوں کے کہنے پر بنومخزوم کی خاتون فاطمہ کے چوری کرنے کی سزا پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی تو غصے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا: ''تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو؟'' اور پھر وہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے کہ ''خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔''(۷) اور جن لوگوں نے اللہ و رسول کے خلاف پروپیگنڈا کیا کہ لوگ اسلام قبول نہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

☆ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سن کر اسے تسلیم نہ کیا اور آپؐ سے فیصلہ لینے آ گیا۔(۸) اور اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد اور قریش کے سردار ابوسفیان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہ بیٹھنے دیا اور اسے لپیٹ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر ایک مشرک کا بیٹھنا ان کی غیرتِ ایمانی کو گوارا نہ ہوا۔(۹)

پس ثابت ہوا کہ غیرت ایک محمود اور قابلِ تعریف جذبہ ہے اور اس کا فقدان یعنی

بے غیرت ہونا ایک عیب بلکہ گالی سمجھی جاتی ہے۔ بے غیرت کو عربی میں ''دیُّوث'' کہا جاتا ہے اور دیوث کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین خصلتوں والوں کو روزِ قیامت نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا جن میں سے ایک دیوث ہوگا۔ چنانچہ بے غیرتی قابلِ مذمت ہے اور جو لوگ مسلم معاشرے میں بے غیرتی پھیلانا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ خود بھی اس وصفِ غیرت سے محروم اور قابلِ مذمت ہیں۔

قتلِ غیرت کی سزا

غیرت چونکہ ایک فطری اور محمود جذبہ ہے لہٰذا شریعت اس کی مذمت نہیں کرتی‘ لیکن اگر وفورِ غیرت سے کوئی کسی کی جان لے لے تو یہ بھی شریعت میں ناقابلِ قبول ہے‘ کیونکہ کسی جان کا ضیاع بہت بڑا نقصان اور سنجیدہ معاملہ ہے۔ چنانچہ قرآن وسنت اس معاملے میں ہماری مندرجہ ذیل رہنمائی کرتے ہیں۔

(i) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے کردار پر شک کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے طلاق دے دو۔ ان صاحب نے کہا کہ شاید وہ یہ نہ کرسکیں‘ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس کے ساتھ نباہ کرو۔[(۱۰)]

(ii) ایک اور صحابیؓ نے اپنی بیوی کے کردار پر شک کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے دونوں میں لعان کے ذریعے علیحدگی کرادی۔[(۱۱)]

لعان یہ ہے کہ ہر فریق باری باری اپنے سچا ہونے کی چار دفعہ قسمیں کھائے اور پانچویں دفعہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد ان میں دائمی علیحدگی کرادی جائے۔

(iii) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی عزت کے دفاع میں جارح کو قتل کردے تو اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی‘ کیونکہ ہر آدمی کو اپنی جان‘ مال اور عزت کے دفاع کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو آدمی اپنی عزت کی حفاظت کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہے۔''[(۱۲)] اور اگر بیوی پر جبر واقع ہو تو اس کے ساتھ منہ کالا کرنے والے کا قتل کرنا دفاع کی قبیل سے ہے‘ جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ ''گھر حرم ہے‘ جو شخص تمہارے حرم میں داخل ہو اس کو قتل کردو۔''[(۱۳)] اور ایک انصاری صحابی کی بیٹی نے حضرت عمرؓ کے عہد میں

اس سے زبردستی زنا کرنے والے کو قتل کر دیا تو آپؐ نے اسے سزا دینے کی بجائے اس کی تعریف کی۔ (۱۴)

(iv) چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی (یا محرم) کے ساتھ زنا کرتے دیکھے تو قرآن وسنت کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اسے خود قتل کرنے کی بجائے چار گواہ ڈھونڈے۔ اگر عدالت میں چار مسلمان گواہ اس کی گواہی دیں تو عدالت ایسے زانی کو مُحصِن (شادی شدہ) ہونے کی صورت میں رجم کی اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہونے کی صورت میں سو کوڑوں کی سزا دے گی۔ اگر عورت اس زنا پر رضامند تھی تو وہ بھی سزا کی مستحق ہوگی اور اگر اس پر جبر کیا گیا ہو تو اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

اور اگر متعلقہ شخص اشتعال میں آکر مجرم کو خود قتل کر دے تو عدالت ثبوتوں کا جائزہ لے گی۔ اگر وہ مطمئن ہو جائے کہ مذکورہ شخص نے قتل اسی وجہ سے کیا تھا تو وہ اسے حدِ قتل کی سزا دینے کی بجائے تعزیراً ہلکی سزا دے گی‘ اس بنا پر کہ اس نے قانون ہاتھ میں کیوں لیا؟ لیکن اگر مذکورہ شخص عدالت کو قابل اطمینان ثبوت مہیا نہ کر سکے تو عدالت اسے قتل عمد کی سزا دے گی جو قصاص یعنی سزائے موت ہے۔ چونکہ قرآن وسنت نے واضح کیا ہے کہ قصاص مقتول پارٹی کا حق ہے نہ کہ ریاست کا‘ اس لیے اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو قصاص لے لیں اور چاہیں تو قاتل پارٹی کو معاف کر دیں‘ دیت (خوں بہا) لے کر یا ویسے ہی فی سبیل اللہ۔ ریاست البتہ اس معافی کے باوجود جتنی تعزیری سزا چاہے مجرم کو دے سکتی ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ فوری اور اچانک اشتعال اور غصے کی حالت میں کیے گئے قتل اور منصوبہ بندی سے کیے گئے قتل میں فرق کیا جاتا ہے۔ پاکستان سمیت کئی مسلم ممالک بلکہ بعض مغربی ممالک میں بھی ایسے قتل کو قتل خطا قرار دیا جاتا ہے اور مجرم کو ہلکی سزا دی جاتی ہے۔ اس کی اسلامی سزا دیت ہے نہ کہ سزائے موت۔

قتلِ غیرت اور فساد فی الارض

قتلِ غیرت میں اگر قتل کی سزا قصاص کی صورت میں دی جائے تو کئی معاشرتی المیے جنم لیتے ہیں‘ مثلاً اگر خاوند نے بیوی کے بے کردار ہونے پر اسے قتل کر دیا اور حکومت نے شوہر کو قصاص میں پھانسی چڑھا دیا تو ظاہر ہے اس میاں بیوی کی اولاد رُل جائے گی اور گھر اجڑ جائے

گا بلکہ ختم ہو جائے گا۔ اس لیے خاندان والے بعض اوقات مل کر اور مشورہ کر کے قاتل کو معاف کر دیتے ہیں تاکہ گھر مکمل تباہی سے بچ جائے۔ اور یہ معروف امر ہے کہ اسلام میں اس طرح کی معافی کی گنجائش موجود ہے۔

مغرب زدہ افراد اور این جی اوز کا خیال ہے کہ مقتول پارٹی کو معاف کر دینے کے اس اختیار کا غلط استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے قتل غیرت کے نام پر عورت پر ظلم ہوتا ہے' لہٰذا معافی کی یہ سہولت کسی طرح ختم کر دی جائے' حالانکہ معافی کی یہ گنجائش قرآن حکیم میں موجود ہے۔ (البقرۃ ۲:۱۷۸) لہٰذا اسے ختم کرنا تمرد اور خدائی اختیار کو چیلنج کرنا ہے۔ چنانچہ لگتا ہے کہ کسی متجدد اسلامی سکالر یا متساہل عالم نے انہیں یہ حیلہ بتایا کہ اگر اس قتل کو قتل عمد کی بجائے آیت محاربہ کے تحت فساد فی الارض قرار دیا جائے یعنی اسے فرد کی بجائے معاشرے اور ریاست کے خلاف جرم قرار دے دیا جائے تو پھر یہ قابلِ معافی اور قابلِ راضی نامہ نہیں رہے گا۔ چنانچہ حکومت نے قتل غیرت کا جو قانون پاس کیا ہے اس میں قتلِ غیرت کو قتلِ عمد کی بجائے فساد فی الارض قرار دیا ہے اور کسی فرد کی بجائے ریاست کو مدعی قرار دیا ہے تاکہ قاتل کو بہر صورت سزا ہی ملے' معافی نہ مل سکے۔ حالانکہ انفرادی قتل کو محاربہ اور فساد فی الارض قرار نہیں دیا جا سکتا' کیونکہ فساد فی الارض اور محاربہ کسی ایک فرد کی طرف سے نہیں بلکہ کسی گروہ اور جتھے کی طرف سے کی جانے والی واردات کو کہا جاتا ہے۔ آیتِ محاربہ میں بھی اللہ ربّ العزت نے مجرموں کے لیے جمع کے صیغے استعمال کیے ہیں۔ صرف آیتِ محاربہ ہی نہیں بلکہ قرآن حکیم میں قریب قریب جہاں بھی فساد فی الارض کا ذکر آیا ہے وہاں مجرموں کے لیے جمع کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔ اسی طرح فساد فی الارض کے تحت ڈالے جانے والے ڈاکے کو فقہاء نے ''سرقۃ الکبریٰ'' کہا ہے۔ عقلاً بھی ایک شخص کا فساد فی الارض کا مرتکب ہونا محال دکھائی دیتا ہے۔ بفرضِ محال کسی فرد واحد کے فعل سے اگر زمین پر فساد برپا بھی ہو رہا ہو' جیسا کہ خودکش حملہ آور کی صورت میں ہوتا ہے' تو بھی ہم اسے فرد واحد کی کوشش کا نتیجہ نہیں کہہ سکتے' کیونکہ اس کے ساتھ پورا گروہ موجود ہوتا ہے جو اس کی تربیت کرتا ہے اور اسے اس فعل شنیع پر آمادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اگر قتلِ عمد میں معافی کی گنجائش رکھی ہے تو ظاہر ہے اس میں انسانوں کے لیے مصلحت' حکمت اور وسعت ہے اور معاشرے کو بالآخر اس کا فائدہ پہنچتا ہے کہ متحارب

فریقین میں صلح ہو جاتی ہے‘ مزید قتل و غارت کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور فساد فی الارض کو بریک لگ جاتی ہے۔ گویا قرآن نے معاشرے کو فساد فی الارض سے بچانے کے لیے جو راستہ کھلا رکھا تھا اسے یہ مغرب زدہ بقراط بند کر کے فساد فی الارض کا راستہ کھولنا چاہتے ہیں‘ لیکن دعویٰ الٹا یہ کرتے ہیں کہ وہ فساد فی الارض کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ ان کے اس کردار کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں خوب واضح کیا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫﴾ (البقرۃ)

’’اور جب انہیں کہا جائے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔‘‘

اور لطف کی بات یہ ہے کہ جس متجدد سکالر یا متساہل عالم نے انہیں ایک فرد کے خلاف جرم کو (بشرطیکہ وہ جرم ہی ہو) معاشرے اور ریاست کے خلاف جرم قرار دینے کا حیلہ بتایا‘ اس نے ان بقراطوں کو پوری بات نہیں بتائی اور یہ نہیں بتایا کہ فساد فی الارض کا مجرم بھی اگر پکڑے جانے سے قبل توبہ کر لے تو اس کی معافی کا اعلان خود قرآن میں موجود ہے۔ (المائدۃ ۵:۳۴) لہٰذا قتل غیرت کو فساد فی الارض کہہ کر اسے معاشرے اور ریاست کے خلاف جرم قرار دینا حکم قرآنی کی خلاف ورزی اور دین سے کھلواڑ ہے۔ البتہ ریاست کے خلاف بغاوت اور محاربہ کی صورت میں ریاست مدعی بن سکتی ہے۔ اسی طرح ریاست مجرموں کو مقتول کے ورثاء یا ان کی کارروائی سے متاثرہ افراد کی طرف سے معاف کر دینے کے بعد بھی مناسب تعزیری سزا دے سکتی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ قتل غیرت میں ریاست کو بہر صورت مدعی بنانا بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور منشاء کے خلاف ہے‘ جبکہ اس جرم کو قابلِ راضی نامہ قرار نہ دینا شریعتِ اسلامیہ پر صریحاً تجاوز ہے۔

فقہاء کا موقف

مندرجہ بالا بحث زیادہ تر قرآن وسنت کی روشنی میں کی گئی ہے جو ہمارے دین کا بنیادی مآخذ ہیں۔ اب ہم اس ضمن میں فقہاء کا موقف بھی بیان کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے بلکہ مسلمان علماء وفقہاء کا ہمیشہ سے یہی موقف رہا ہے۔

اس بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ شخص اس کی یا دوسرے کی بیوی سے زنا کر رہا ہو اور آدمی کی چیخ وپکار کے باوجود نہ تو زنا سے باز آئے اور نہ بھاگ جائے تو اس آدمی کے لیے ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔ اگر وہ اسے قتل کر دے تو اس پر کوئی قصاص نہیں۔ (۱۵)

''کنز الدقائق'' ہی میں دوسری جگہ ہے کہ اگر آدمی سمجھتا ہے کہ چیخ وپکار یا اسلحہ کے بغیر مار پیٹ سے مجرم بھاگ جائے گا تو اس صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر ایسے مجرم کے باز آنے کا امکان نہ ہو تو تب اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر عورت بھی خوشی سے اس مجرم کے ساتھ شریک تھی تو مرد کے ساتھ اس عورت کو بھی قتل کرنا درست ہے۔ جیسا کہ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ''مُنیۃ المُصلّی'' میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی یا اپنی محرم عورت کے ساتھ کسی آدمی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا اور وہ دونوں اس بدکاری میں برضا ورغبت شریک تھے اور اس مرد نے زانی اور زانیہ دونوں کو قتل کر دیا تو جائز ہے ___ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ معصیت کے وقت اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے اور نہی عن المنکر کی بنا پر یہ نیکی کا کام شمار ہوگا' البتہ وقوعہ کے بعد سزا کا اختیار صرف حاکم وقت کے پاس ہے۔ (۱۶)

شوافع نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ دیکھئے تفصیل کے لیے مغنی المحتاج: ۵/۵۳۰

اہلِ تشیّع میں سے زیدیہ کا موقف بھی اس سے ملتا جلتا ہے: ''جب کوئی شخص دورانِ بدکاری اپنی بیوی یا لونڈی کو رنگے ہاتھوں پکڑے تو ایسی صورت میں اس کے لیے قتل کرنا جائز ہے' لیکن بدکاری کے موقعہ کے بعد اگر وہ ایسا کرے تو مقتول کے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔''

حنابلہ خصوصاً ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کی رائے یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت میں دخل اندازی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی چاروں فقہوں کے تقابلی مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ''فقہاءِ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنی جان' مال اور آبرو کے لیے قتل تک کر دے تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا۔ نیز یہ کہ مذاہبِ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بیوی سے زنا کرنے والے کو قتل کرنے پر قاتل سے کوئی قصاص ودیت نہیں' جیسا کہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔'' (۱۷) تاہم اگر قاتل اپنے اقدام قتل کو عدالت میں جائز ثابت نہ کر سکے تو سزا کا

حق دار ٹھہرے گا۔ اس پر جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے موجود ہیں۔ علامہ ابن البرؒ نے تو ایسے شخص کو قتل کی سزا دینے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے جو بدکاروں کو قتل کر دے لیکن ان کی بدکاری پر گواہ یا ثبوت لے کر نہ آئے۔ یہ مسالکِ اربعہ کا متفقہ موقف ہے۔ (۱۸)

حاصلِ بحث

سطورِ بالا میں قرآن وسنت کے احکام اور فقہاء کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت کے بغیر عورت کو بدکرداری کے جرم میں خود قتل کر دینا خلافِ شریعت ہے اور اس معاملے سے نمٹنے کے دوسرے طریقے آزمائے جانے چاہئیں جن کا راستہ اللہ نے کھلا رکھا ہے اور جن کا ذکر سطور بالا میں آ چکا ہے۔ اس کے ساتھ ان محرکات وعوامل کا خاتمہ ازبس ضروری ہے جو عورت کو بے راہ روی پر اکساتے ہیں۔ خصوصاً عورت کو بے پردگی‘ عریانی‘ فحاشی اور زنا پر اکسانے والے ٹی وی چینلز‘ مخلوط تعلیم‘ سوشل میڈیا پر پابندی اور ان کی اصلاح ضروری ہے‘ اور نہ صرف یہ بلکہ اسلامی اصول واقدار کے مطابق گھروں اور تعلیمی اداروں میں نسل نو کی اسلامی تربیت ضروری ہے تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے میں آسانی اور راحت محسوس کریں۔ اگر عورت کا کردار پاکیزہ ہو‘ وہ بے راہ روی اختیار نہ کرے اور مَردوں کی غیرت کو چیلنج نہ کرے تو مَردوں کا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ وہ انہیں قتل کر کے خود جیلوں میں سڑتے رہیں اور اولاد سڑکوں‘ یتیم خانوں اور رشتہ داروں کے ہاں رُلتی رہے۔

ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ عقل سے کام لیں اور امریکہ ویورپ کی خوشنودی کے لیے یا ان کے دباؤ میں آ کر ان کے غیر اسلامی قوانین مسلم معاشرے میں رائج نہ کریں‘ بلکہ اپنے معاشرے کو اسلامی اصولوں پر چلائیں۔ انہیں یہ بھی چاہیے کہ جو این جی اوز مغربی ممالک سے فنڈز لے کر پاکستان میں مغربی اقدار کے مطابق ماحول پیدا کرنا چاہتی ہیں ان پر پابندی لگائیں اور انہیں گمراہی پھیلانے کا موقع نہ دیں۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ قتل غیرت کے مذکورہ قانون پر عمل درآمد موخر کر دیا جائے اور اس کی اصلاح کی جائے کیونکہ یہ غیر اسلامی ہے۔ اس قانون کو متوازن بنانے کے حوالے سے ہماری تجاویز درج ذیل ہیں:

(ا) اگر بے حیائی کی کوئی واردات وقوع پذیر ہو تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ایسے ملزم کو

قانون کے سپرد کر دیا جائے اور خود اپنے دامن کو اس کے خون کے چھینٹوں سے آلودہ نہ کیا جائے۔

(۲) بالخصوص میاں اور بیوی کے رشتے میں شریعت نے ایسی عورت کو قتل کرنے کی بجائے لعان کا راستہ بتایا ہے جو کہ میاں بیوی کی علیحدگی پر منتج ہو جاتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہے جب خاوند بچشم خود بیوی کو بے حیائی کرتا دیکھ لے لیکن گواہان مفقود ہوں۔ ایسی بے حیا بیوی کے لیے یہ سزا اسے مارنے سے بھی کہیں زیادہ اذیت ناک ہے کہ اس کا خاوند اور اس کے بچے اس سے الگ ہو جائیں اور وہ معاشرے میں مطعون ہو کر زندہ رہے۔

(۳) اگر کوئی شخص حقیقت میں اپنی بہن یا بیٹی کو بدکاری کا مرتکب پائے اور مشتعل ہو کر اسے قتل کر دے تو بعد میں اگر تفتیش کے دوران یہ بات سچ ثابت ہو جائے کہ مقتولہ واقعتاً برائی کا ارتکاب کر رہی تھی تو اس صورت میں قاتل بھائی' باپ یا خاوند پر کوئی قصاص نہیں۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بیوی سے زبردستی زنا کرنے والے کو قتل کرنے والے قاتل خاوند پر نہ کوئی قصاص ہے نہ کوئی دیت۔ اگر عورت رضامندی کے ساتھ زنا کاری کرے تو اس کے قتل پر بھی یہی حکم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب قاتل یہ ثابت کر سکے کہ دونوں برضا و رغبت اس گناہ میں شریک تھے۔ اگر گواہیاں مفقود ہوں تو انہیں قتل کرنے سے اجتناب بہتر ہے' کیونکہ گواہان کی شہادت کے بغیر انہیں قتل کرنے والا اپنے اقدامِ قتل کو عدالت میں نہ ثابت کر سکے تو سزا کا حق دار ٹھہرے گا۔

اس کے برعکس اگر بیوی بھی اس گناہ میں برضا شریک ہو تو ان دونوں کا قتل نہی عن المنکر کی قبیل سے ہوگا جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آنے والے واقعہ میں مذکور ہے۔ البتہ قانون کو ہاتھ میں لینے پر ملزم کو مناسب تعزیری سزا دی جاسکتی ہے تاکہ معاشرے میں قانون کی پاسداری کا رجحان غالب رہے۔

(۴) اگر کوئی محض شک اور سنی سنائی بات یا کسی طمع کی خاطر قتل غیرت کی آڑ میں اپنی بہن یا بیوی کو قتل کر دیتا ہے اور تفتیش کے دوران یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مقتولہ کسی قسم کی برائی میں ملوث تھی تو ایسے قاتل کو اگر اس کا وارث معاف بھی کر دے تو مقتولہ کے اوپر غلط الزام لگانے اور قانون ہاتھ میں لینے کی پاداش میں کڑی تعزیری سزا دی جاسکتی ہے جیسے لمبی سزائے قید یا سزائے عمر قید۔

(۵) قتل غیرت کو قصاص کے تحت ہی رکھا جائے اور فساد فی الارض کے تحت جرائم میں شامل نہ کیا جائے۔ اسے قصاص کے تحت رکھتے ہوئے ہر طرح کی صورتحال سے بحسن وخوبی نمٹا جاسکتا ہے‘ جیسا کہ ہم نے درج بالا تجاویز میں واضح کر دیا ہے۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہونا چاہیے اور ہم اس کے حامی اور عَلَم بردار ہیں‘ لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ اس کے لیے احکامِ شریعت کی خلاف ورزی کی جائے اور دینی تعلیمات سے کھلواڑ کیا جائے۔ لہٰذا اس قانون کی اسلامی حیثیت جانچنے کے لیے اسے اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا جائے‘ بلکہ اسے معاشرے میں کھلی بحث کے لیے پیش کر دیا جائے‘ تاکہ مغرب زدہ لوگوں کے علاوہ اسلامی ذہن کے لوگ بھی اس پر تبصرہ کر سکیں اور اس کے لیے اچھی اور مفید تجاویز سامنے لا سکیں۔

حکومت سے مذکورہ بالا مطالبات کرنے کے ساتھ ساتھ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان عامۃ الناس اور دینی عناصر بھی اس ضمن میں اپنی ذمہ داری کماحقہ پوری نہیں کر رہے۔ ہمیں گھروں کا ماحول ایسا بنانا چاہیے کہ بچوں کی اسلامی تربیت ہو۔ کچی عمر میں انہیں موبائل‘ ٹی وی‘ سوشل میڈیا کی شرانگیزی سے بچانے کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ بچے کو سکول بھیج کر والدین کو خود غیر متعلق ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ اس کی نگرانی کرنی چاہیے کہ سکول بچے کی کس طرح کی تربیت کر رہا ہے۔ علماء اور عوام کو میڈیا کی فحاشی‘ عریانی‘ بے پردگی اور رقص وسرود پھیلانے کی روش کے خلاف بھی اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ انہیں مخلوط تعلیم کے خلاف بھی آواز اٹھانی چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ والدین‘ معاشرے اور دینی عناصر کو نئی نسل کو فساد سے بچانے اور ان کی مثبت اور تعمیری تربیت کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے اور اس کام کے نہ کرنے کے لیے صرف حکومتی اداروں کو مطعون کر کے خود خاموش نہیں بیٹھ جانا چاہیے۔

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ ہم عورتوں پر ظلم کے خلاف ہیں‘ ان پر ظلم نہیں ہونا چاہیے اور ان کے جائز حقوق ان کو ملنے چاہئیں‘ لیکن انہیں بھی یہ اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ اپنے والدین اور خاندان پر ظلم کریں۔ ماں باپ محبت اور شفقت سے جگر کا ٹکڑا سمجھ کر انہیں پالیں پوسیں اور تعلیم دلوائیں اور اس کے جواب میں وہ لڑکوں سے دوستیاں کریں اور ماں باپ اور خاندان کے منہ پر کالک مل کر اور انہیں رسوا اور زندہ درگور

کر کے گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کر لیں اور مغرب زدہ این جی اوز مغرب سے ملنے والا پیسہ حلال کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کریں اور عدالتیں اور حکومتی ادارے بھی ان کی پشت پناہی کریں۔ ظاہر ہے یہ صورت حال علماء کرام' دینی عناصر اور مسلم معاشرے کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

حواشی

(۱) فتح الباری' ج۹' ص ۳۳۰۔

(۲) صحیح مسلم' ح۳۷٦٤۔

(۳) صحیح البخاری' ح۱۰٤۲۔

(٤) السیرة النبویة فی ضوء مصادرها الاصلیة' ص ۳۷۰۔

(٥) المغنی' ج۱۱' ص ٤٦۲۔

(٦) فقه عمرؓ' ص:٤۲۱' اقضیة الخلفاء الراشدین' ج۱' ص ٥۸۳۔

(۷) سنن النسائی' ح ٤۹۰٤۔

(۸) تفسیر ابن کثیر' ج۱' ص ۷۸۹۔

(۹) سیرت ابن هشام' ج٤' ص ٥٥۔

(۱۰) سنن ابی داوٗد' ح ۱۸۰٤۔

(۱۱) صحیح البخاری' ح ٤۷٤۷۔

(۱۲) سنن الترمذی' ح ۱٤۲۱۔

(۱۳) مسند احمد' ح ۲۲٦٦۔

(۱٤) مسند الفاروق' ج۲' ص ٤٥٦۔ الطریق الحکمیة' ص ٤۰۔

(۱٥) البحر الرائق شرح کنز الدقائق' ج٥' ص ٤٤۔

(۱٦) کنز الدقائق' ج٥' ص ٥۳۰۔

(۱۷) الفقه الاسلامی وادلته ج٥' ص ۷٥۹' بحواله حاشیه ابن عابدین ج٦' ص٥٤٦۔ المغنی ج۱۰' ص ۳٥۱ تا ۳٥۳۔ مغنی المحتاج' ج٤' ص ۱۹٤۔

(۱۸) کتاب : التمهید' ج۲۱' ص ۲۸۰۔